البقرة : 262

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى

(جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد احسان نہیں جتاتے اور نہ دکھ دیتے ہیں)

پیچھے اللہ کے راستے میں جان دینے کی بات تھی اور آیت 261 سے اللہ کے راستے میں مال دینے کی بات ہے۔ پچھلی آیت کی یہاں وضاحت ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو صحیح میں اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ کون لوگ ہیں جن کو اجر کئی گنا بڑھا کر دیئے جائیں گے۔

جیسے بیج صرف بویا نہیں جاتا بلکہ اسکی حفاظت بھی ضروری ہے۔ اسی طرح اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے بعد اسکی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ اسے احسان جتا کر اور تکلیف دے کر ضائع نہیں کرنا۔

جو لوگ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں وہ کسی پر احسان نہیں جتاتے، لوگوں میں بیٹھ کر تبصرے اور تذکرے نہیں کرتے کہ ہم نے فلاں کو یا فلاں جگہ ہم نے اتنا اتنا خرچ کیا۔ جو جب کسی کو دیتے ہیں تو پتہ بھی نہیں چلتا کہ کس نے دیا، کہاں پہنچا۔ نہ وہ سامنے دکھ دیتے ہیں اور نہ پیچھے سے۔ وہ اپنے رویے اور معاملے میں بھی کوئی فرق نہیں لاتے۔ وہ نہ جسمانی تکلیف دیتے ہیں اور نہ ہی ذہنی تکلیف دیتے ہیں۔

کیونکہ مَنّ (احسان جتانا) أَذًى (تکلیف دینا) اجر کو ضائع کر دیتا ہے۔ یہ اخلاص کے منافی ہے۔

مَنّ و أَذًى کیسے دی جاتی ہیں:

1. کوئی مسجد بنانے پیسے دے اور کہے کہ چونکہ میں نے زیادہ پیسے دیا ہے اسلیے یہاں جو بھی ترقی کا کام کرنا ہو تو مجھ سے رائے لیا کرے۔
2. کسی کو صدقہ دینے کے بعد اس شخص کو اپنا احسان بول بول کر یاد دلائے۔
3. جسے صدقہ دیا اس سے اپنے کام کروائے۔
4. اس شخص کے پیٹھ پیچھے لوگوں کو بتاتے پھرنا کہ فلاں کو میں نے اتنا اور اتنا دیا۔

اللہ کے راستے میں دینے کے بعد دل میں سوچنا بھی نہیں چاہیے کہ ہم نے کسی پر احسان کیا ہے۔ یہ خیال بھی نہیں لانا چاہیے کہ ہم اس سے بڑے ہے کیونکہ ہم نے اسکو دیا ہے۔ کیونکہ سوچ انسان کے گفتگو، رویے اور اعمال میں آجاتی ہے۔ اگر شیطان اسطرح کا خیال دل میں ڈالے تو سوچے کہ ہم نے احسان نہیں کیا بلکہ اُس نے ہمیں نیکی کا موقعہ دے کر ہم پر احسان کیا۔ ہو سکتا جسے حقیر سمجھ رہے ہیں وہ نیکیوں کے کام میں بہت ہی بڑا ہو اور اللہ کے محبوب بندوں میں سے ہو۔

احسان جتانے والے کے بارے میں آتا ہے:

مسلم: آپ ﷺ نے فرمایا "تین آدمی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ کلام کرے گا نہ انکی طرف نظرِ رحمت کرے گا اور نہ ہی انکو پاک کرے گا۔ ایک احسان جتلانے والا دوسرا تہبند نیچے لٹکانے والا اور تیسرا جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال فروخت کرنے والا۔"

جن اعمال کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے کلام نہیں کرے گا یا نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا، یا پاک نہیں کرے گا۔ ایسے اعمال کبیرہ گناہ ہوتے ہیں۔ گویا صدقہ کرنے کے بعد احسان جتلانے والے کا صرف صدقہ ہی ضائع نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک کبیرہ گناہ کا بوجھ بھی اپنے سر پر لاد لیتا ہے۔

لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ

(انکے لیے انکے رب کے پاس اجر ہے)

★ فی سبیل اللہ میں "اللہ" کا لفظ تھا اور یہاں "رب" کا لفظ ہے۔ عِندَ اللهِ نہیں کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ "رب" ہے تو ہم اس کے "عَبْد" (بندہ/غلام) ہیں۔ درجات میں غلام کا درجہ سب سے نچلا ہوتا ہے اُس سے نچلا درجہ کچھ نہیں۔

جب کوئی کسی کو مال دیتا ہے تو دینے والا اپنے آپکو بڑی چیز سمجھنے لگتا ہے۔ اسی لیے وہ اپنا احسان اس شخص پر جتانے لگتا ہے۔ دینے والے کو یہ یاد دہانی کرائی گئی کہ اسکی حیثیت رب کے سامنے ایک غلام کی ہے۔

اسلیے جب بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرے تو یہ بات ذہن میں رکھے کہ ہم رب کے غلام ہیں۔ ہم کوئی بڑی چیز نہیں۔ ہمیں رب نے دیا ہے اسلیے اسی میں سے ہی ہم دوسروں کو دے رہے ہیں ورنہ رب چاہتا تو ہمیں لینے والوں میں بناتا۔ ہمیں تو شکر کرنا چاہیے کہ کوئی لینے والا ہے۔ اگر کوئی لینے والا ہی نہ ہو تو پھر ہم ثواب کیسے پاتے۔ یہ سوچ کر دوسروں کو دے گے تو کسی پر احسان جتانے اور تکلیف دینے کی گنجائش نہیں رہیگی۔ اور اسکا اجر ضائع نہیں ہوگا۔

پچھلی کئی آیتوں میں (آیت الکرسی (255) سے آیت 260 تک) بتایا گیا زندگی اور موت اللہ ہی کے ہاتھوں میں ہے۔ میری زندگی اور موت بھی اللہ ہی کی ملکیت ہے۔ اس سے زیادہ کیا عاجزانہ احساس ہوگا یعنی میں خود بھی اللہ کی ملکیت ہوں۔ وہ میری زندگی و موت کا مالک ہے۔ میری اپنی زندگی و موت پر میرا اپنا کچھ اختیار نہیں۔ میں بے بس ہوں۔

پہلے تو سمجھایا گیا کہ انسان تو اپنی زندگی و موت کا بھی خود مالک نہیں پھر اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی بات کی گئی۔ یہ مال بھی رب کا ہی ہے۔ اِسلیے اللہ کا احسان مانے کہ اس نے ہمیں موقعہ دیا تاکہ ہمارے آخرت میں درجات بلند ہو۔ اور کئی گنا بڑھا کر ہمیں اسکا اجر ملے۔ یہ اگر سوچ ہوگی تو ایسا شخص دوسروں سے نہ شکریہ چاہے گا، نہ کوئی فائدہ حاصل کرنے کی توقع رکھے گا۔ بندے زیادہ سے کیا کر سکتے ہیں؟ تھوڑی سی تعریف، شکریہ یا چھوٹی سی مدد۔ یہ سب حقیر چیزیں ہیں۔ اللہ اِس سے کئی زیادہ عمدہ چیزیں دینا چاہتا ہے۔ اسلیے عمدہ چیزیں چھوڑ کر حقیر چیزوں پر راضی نہ ہو۔ ورنہ اجر ضائع ہوگا۔

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

(اور نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

جب کسان بیج بوتا ہے تو فوراً پودا نہیں اگتا بلکہ کچھ عرصہ لگتا ہے۔ فصل کی کٹائی تک اُسے خوف ہوتا ہے کہ کہیں طوفان نہ آجائے، کہیں قحط سالی نہ ہو، کہیں کیڑے مکوڑے فصل برباد نہ کر دے۔

اِسی طرح صدقہ کرنے کے بعد احسان نہ جتائے، تکلیف نہ دے اور صرف اللہ کی رضا کے لیے دے تو ایسے لوگوں کو اجر ضائع ہونے کا خوف نہیں ہوگا اور قیامت کے دن بھی غمگین نہیں ہوگے کیونکہ دنیا میں انہوں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا تھا جس سے انکے اجر ضائع ہو۔

عموماً انسان جب خرچ کرتا ہے تو اُسے خوف آتا ہے کہ مستقبل میں میرے پاس کچھ نہیں رہیگا اور دینے کے بعد مال جانے کا غم ہوتا ہے۔ یعنی دینے سے پہلے خوف اور دینے کے بعد غم ہوتا ہے۔ لیکن جو خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے دیتے ہیں اُن کو دینے سے پہلے خوف نہیں آتا کیونکہ اللہ پر توکل ہوتا ہے اور دینے کے بعد غم نہیں ہوتا کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ اِس کا بدلہ ہمارا رب ہمیں ضرور دے گا۔ انھیں دنیا میں بھی خوف اور غم نہیں ہوگا اور آخرت میں بھی نہیں ہوگا۔ اُنکا اجر اُنکے رب کے پاس محفوظ ہیں۔ وہ اجر صرف اُتنا ہی نہیں ملے گا بلکہ کئی گنا زیادہ بڑھا کر ملے گی۔ اِس اطمینان اور یقین کی وجہ سے اُسکا عمل اور زیادہ خوبصورت ہونے لگتا ہے۔

دنیا میں قیمتی چیز جانے کا خوف لگا رہتا ہے اور جب چلی جائے تو غم پر غم لگا رہتا ہے۔ دنیا میں ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں قیمتی چیز بالکل محفوظ ہو۔ کبھی کبھار سیلاب میں وہ بہہ جاتے ہیں کبھی آگ لگ جاتی ہے یا زلزلوں میں دب جاتی ہے، بعض اوقات بینک کے لاکر (Locker) بھی لوٹ جاتے ہیں، لوگ انشورنس (Insurance) کرواتے ہیں اُس میں بھی لوگ پھنس جاتے ہیں۔ کوئی اطمینان نہیں ہوتا۔ اِسکے برعکس ہماری قیمتی چیز (ہمارے اجر) اللہ نہ صرف اچھی طرح محفوظ کرتا ہے بلکہ اُسے کئی کئی گنا بڑھا کر بھی دے گا۔ اسلیے اللہ کے راستے میں دینے والوں کو نہ خوف ہوگا اور نہ ہی غم۔